تار کا پتہ
انجمن علی گڑھ

رجسٹرڈ نمبر اے ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

فی پرچہ دو آنے — سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۴ | یکم نومبر ۱۹۵۵ء | ایڈیٹر قاضی عبد الغفار | ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ | نمبر ۲۱

حد بندی کمیشن کی رپورٹ

حد بندی کمیشن کی رپورٹ جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ شائع ہو چکی ہے۔ کمیشن نے مختلف ریاستوں میں زبان کے مسئلہ کی اہمیت اور اس کی پیچیدگیوں کا اعتراف کیا ہے اور اپنی کچھ سفارشیں مرکزی حکومت کے سامنے پیش کی ہیں۔ لسانی بنیاد پر ریاستوں کی تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے کمیشن نے اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:-

"یہ امر صاف ظاہر ہے کہ اگر اس تقسیم میں لسانی اصولوں کو سختی کے ساتھ نافذ کیا جائے تب بھی لسانی اقلیتوں کا مسئلہ کسی طرح حل نہیں ہو سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ریاستوں میں لسانی وحدت اگر قائم بھی کر دی جائے تو اس میں چند رکاوٹیں باقی رہیں گی جو صاف ظاہر ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) سب لسانی گروہ اس طرح واقع نہیں ہیں کہ وہ جدا جدا ریاستوں میں تقسیم کئے جا سکیں۔

(۲) مختلف لسانی علاقوں میں ایسے ٹکڑے بھی واقع ہیں جہاں دو زبانیں رائج ہیں۔

(۳) ملی جلی آبادی کے حلقے ایک لسانی رقبوں میں بھی موجود ہیں۔"

کمیشن نے مثال کے طور پر مختلف غیر ممالک کا نام لیا ہے جہاں لسانی اقلیتوں کے حقوق کی صراحت کے طور پر اور ملک کے دستور میں حفاظت کی گئی ہے۔ ہندوستان کے دستور میں اقلیتوں کا ذکر کرتے ہوئے کمیشن نے بتایا ہے کہ دستور کی جن دفعات میں اقلیتوں کی زبان کے تحفظ کا ذکر آیا ہے وہ نمبر ۲۹، نمبر ۳۰ اور نمبر ۳۴۷ ہیں لیکن دفعات نمبر ۲۹، نمبر ۳۰ میں اقلیتوں کو صرف اتنا ہی حق دیا گیا ہے کہ وہ بطور خود اپنی زبانوں کی حفاظت کی تدابیر اختیار کر سکیں البتہ دفعہ ۳۴۷ میں صدر کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جہاں ضرورت ہو وہاں نظم و نسق میں اقلیت کی زبانوں کے استعمال کرنے کی ہدایت کریں۔

کمیشن نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے سامنے بہت سی ایسی شکایتیں پیش ہوئیں کہ ہندوستان کے دستور میں اقلیتوں کے لئے جو تحفظات رکھے گئے ہیں وہ ناکافی ثابت ہوئے ہیں ان شکایتوں کی صحت اور عدم صحت کے متعلق کوئی رائے ظاہر کئے بغیر کمیشن نے لکھا ہے کہ:-

"ہمیں اس امر پر غور کرنا ہوگا کہ رائے عامہ کا ایک بڑا حصہ لسانی ریاستوں کے بنانے کے حامیوں اور مخالفوں میں لسانی اقلیتوں کے لئے موجودہ دستوری ضمانتوں کو زیادہ مضبوط کرنے کی تائید کرتا ہے۔"

مادری زبان میں تعلیم کے متعلق کمیشن کی رائے ہے کہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ ہر شخص کی زندگی کے بہت اہم پہلوؤں کو متاثر کرتا ہے۔ کمیشن کی رائے میں چونکہ ہر جگہ خصوصاً دیہات میں اقلیتیں اپنے

دورسے قائم نہیں رکھ سکتیں اس لئے ہر ریاستی حکومت کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ پرائمری اسکول کی حد تک اقلیتوں کی مادری زبان میں تعلیم دینے کی آسانیاں بہم پہنچائے۔

اس سلسلے میں مادری زبان میں تعلیم دینے کے متعلق کانگریسی مجلس عاملہ اور ریاستی وزرائے تعلیم کی کانفرنسوں کا حوالہ دیتے ہوئے کمیشن نے لکھا ہے کہ:-

"...د ریاستی حکومتوں نے ہیں دیا ہے اس سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکثر ریاستیں ان قراردادوں پر عمل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ کس حد تک ان قراردادوں کے الفاظ اور ان کی اسپرٹ کے مطابق عمل کیا جا رہا ہے چونکہ قراردادیں صرف سفارشی ہیں اس لئے ریاستیں کسی یکساں پالیسی پر عمل نہیں کر رہی ہیں...... ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اقلیتوں کا یہ حق کہ انھیں ان کی مادری زبان میں تعلیم حاصل ہو........ زیادہ مستحکم بنیاد پر قائم ہونا چاہئے۔ اس لئے ہم سفارش کرتے ہیں کہ اس حق کو دستوری طور پر تسلیم کیا جائے اور مرکزی حکومت یہ اختیار حاصل کرے کہ دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے مطابق وہ اس حق کے نفاذ کی مناسب ہدایات جاری کر سکے۔"

ثانوی تعلیم میں مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے متعلق کمیشن نے لکھا ہے کہ وہ اس معاملے میں کسی دستوری تحفظ کے قائم کرنے کی سفارش تو نہیں کر سکتا لیکن:-

"پھر بھی ہم محسوس کرتے ہیں کہ حکومت ہند ریاستی حکومتوں سے مشورہ کر کے ایک واضح پالیسی طے کرے اور اس کو روبہ عمل لانے کے موثر اقدامات اختیار کرے۔"

سرکاری کاموں میں اقلیتوں کی زبان کے استعمال کئے جانے کے مسئلے کا ذکر کرتے ہوئے کمیشن نے لکھا ہے کہ:-

"جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ دستور کی دفعہ ۳۴۷ میں صدر جمہوریہ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی ریاست کے سرکاری کاموں میں اقلیت کی زبان کا استعمال کرنے کی ہدایت کر سکیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ابھی تک اس دفعہ کے تحت کوئی ایسا حکم جاری نہیں کیا گیا ہے اور یہ امر ریاستوں کے اختیار میں چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ کس حد تک اقلیتوں کی زبانوں کو انتظامی اغراض کے لئے استعمال کریں جو سہولتیں دی گئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتر پردیش، بہار، مدھیہ بھارت، مدھیہ پردیش راجستھان، اجمیر اور سوراشٹر نے دفعہ ۳۴۵ کے تحت قوانین بنائے ہیں جن میں اپنی اپنی علاقائی زبان یا زبانوں کو اپنی ریاست کی سرکاری زبان تسلیم کر لیا ہے...... بعض ریاستوں نے ایک سے زیادہ سرکاری زبانیں تسلیم کی ہیں۔ مثلاً مدھیہ پردیش نے ہندی اور مرہٹی دونوں کو ہر سطح پر سرکاری زبان تسلیم کیا ہے۔ پنجاب اور پیپسو نے دو حلقے پنجابی اور ہندی بولنے والوں کے تقسیم کر دئے ہیں۔ بمبئی اور حیدرآباد میں ہر ضلع کے اندر سرکاری کاروبار اس ضلع کی علاقائی زبان میں کیا جاتا ہے۔ حیدرآباد، پیپسو، راجستھان، ٹراونکور اور مدھیہ بھارت کی ہائی کورٹ میں بھی علاقائی زبان یا زبانیں تسلیم کی گئی ہیں۔ ماتحت عدالتوں میں بھی بعض دوسری ریاستوں میں علاقائی زبانوں کے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔"

کمیشن کو غالباً اس کا بھی علم رہا ہوگا کہ اتر پردیش اور بہار وغیرہ میں اردو کے ساتھ کیسا عمل کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کی طرف کمیشن کی رپورٹ میں کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ بلکہ کمیشن نے کوئی سفارش کرنے کے بجائے اپنی صرف یہ رائے ظاہر کرنے پر اکتفا کیا ہے کہ

"کوئی ریاست صرف اس حالت میں ایک لسانی ریاست سمجھی جائے جہاں ایک زبان کے بولنے والے کل آبادی کے ۷۰ فیصدی یا اس سے زیادہ ہوں۔ جہاں ایک قابل لحاظ اقلیت ۳۰ فیصدی یا کم و بیش ہو۔ اس ریاست کو انتظامی اغراض کے لئے دو لسانی ریاست ماننا چاہئے یہی اصول اضلاع کے لئے بھی اختیار کرنا چاہئے۔ یعنی اگر کسی ضلع کی آبادی کا تقریباً ۷۰ فیصدی حصہ ایسا ہو جو ریاست میں اقلیت سمجھا گیا ہو تو اس ضلع میں

اس اقلیت کی زبان کو سرکاری زبان سمجھا جائے۔
یہ بات بھی مفید ہوگی کہ اگر جن اضلاع میں میونسپلٹی کے رقبہ یا ان سے چھوٹی اکائیاں اور اقلیتی آبادی کا ۱۵ سے ۲۰ فیصدی تک ہوں، وہاں ایسے سرکاری کاغذات جو عوام کے کام کے ہوں جیسے سرکاری نوٹس، فہرست رائے دہندگان، راشن کارڈ وغیرہ دونوں زبانوں میں چھاپے جائیں۔ اس کی بھی اجازت ہونی چاہئے کہ عدالتوں وغیرہ میں بھی اقلیت کی زبان میں کاغذات داخل کئے جائیں علی ہذا جہاں جہاں اداروں کے امتحانات کے لئے ضروری ہے کہ امیدوار کوئی ایک زبان جانتا ہو تو وہاں بھی کسی ایسے اقلیتی فرقے کی زبان کو تسلیم کیا جائے۔"

یہ سب لکھنے کے بعد کمیشن نے اس مسئلے پر اپنی رپورٹ کو ان الفاظ کے ساتھ ختم کیا ہے کہ:-

"یہ تجاویز حکومت ہند کے غور کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔ ہم جس بات پر زور دینا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ حکومت ہند ریاستی حکومتوں سے مشورہ کرکے مختلف زبانوں کو تعلیم و تدریس کی مختلف سطح پر استعمال کرنے کے لئے ایک واضح ضابطہ اختیار کرے اور موثر اقدامات کئے جائیں تاکہ اس بات کا یقین ہو کہ اس ضابطہ کی پوری تعمیل کی جاتی ہے۔"

ان ملازمتوں اور دوسرے سرکاری شعبوں میں لسانی امتیازات پر بھی کمیشن نے بحث کی ہے۔ لیکن مندرجہ بالا اقتباسات کا آخری حصہ بہت اہم ہے۔ یہ امر صاف ظاہر ہے جہاں تک اردو زبان کے تحفظ اور مفاد کا تعلق ہے کمیشن نے کوئی واضح رائے ظاہر نہیں کی بلکہ جو کچھ کہا ہے وہ بہت کمزور، مبہم اور مایوس کن ہے۔ ملک کی ایک بہت بڑی اقلیتی زبان کا بنیادی مسئلہ تو اس وقت وہی ہے جس کے لئے اتر پردیش میں کشمکش ہو رہی ہے۔ اور جس کے متعلق صدر جمہوریہ کے فیصلے کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ اس فیصلے پر دوسری ریاستوں میں بھی ایسے مسائل کا فیصلہ منحصر ہوگا۔ اس لئے سب سے زیادہ اتر پردیش کے مسئلے پر اس رپورٹ کی روشنی میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

ریاستوں اور اضلاع اور چھوٹے علاقوں میں علاقائی زبانوں کے تعین کے متعلق کمیشن نے جو ۷۰ اور ۳۰ یا ۱۵ اور ۲۰ فی صد کی شرط تجویز کی ہے اس کے ساتھ یہ نہیں بتایا کہ اس فی صد کا حساب کس طرح لگایا جائے۔ ظاہر ہے کہ تازہ رپورٹ مردم شماری کے اعداد کو اس حساب کی بنیاد بنایا جائے گا۔ لیکن خود اس رپورٹ کا جو حال ہے اس پر بھی مرکزی انجمن کو اپنی سوچی سمجھی ہوئی رائے ظاہر کرنی چاہئے اور اس حقیقت کو حکومت ہند پر واضح کر دینا چاہئے کہ اس رپورٹ کے اعداد قطعاً صحیح نہیں ہیں اور اس دعوے کی جانچ اتر پردیش کے چند اضلاع کی از سر نو مردم شماری سے بخوبی کی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اتر پردیش کے تمام اضلاع میں ایسا نہیں تو اکثر اضلاع میں ان لوگوں کی "تعداد" قابل لحاظ" ہے جن کی مادری زبان اردو ہے۔ کمیشن بھی اس حقیقت سے آشنا ہوا ہے یا نہیں ہمیں معلوم نہیں۔ لیکن اتنا ہم جانتے ہیں کہ کمیشن کے ایک رکن ڈاکٹر کنزرو انجمن کے اس وفد کے رکن تھے جو صدر جمہوریہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور انھوں نے انجمن کی یادداشت پر دستخط فرمائے تھے۔ اس لئے یہ گمان بیجا نہیں کہ اتر پردیش میں اردو کے مسئلے سے موصوف اچھی طرح واقف ہیں۔

مردم شماری کی رپورٹ میں جس طرح "ہندستانی" کے نام سے ایک علاحدہ کالم قائم کرکے اردو کے اعداد کو کم کیا گیا اس کا ذکر ملک کے اخباروں میں آچکا ہے۔ لیکن اگر "ہندستانی" اور اردو کے اعداد کو یکجا کیا جائے تو پھر بھی مثلاً اتر پردیش کے حسب ذیل اضلاع میں اردو والوں کی تعداد یقیناً قابل لحاظ ہے اور کمیشن کے مجوزہ اصول کے مطابق بھی وہاں اردو کی علاقائی حیثیت کا تسلیم کیا جانا قرین انصاف ہوگا۔

سہارنپور	اردو	۲۲ فیصد	ہندستانی	۱۹ فیصد
مظفرنگر	ہندستانی	۲۲ فیصد	اردو	۱۵ فیصد
میرٹھ	ہندستانی	۳۹ فیصد	اردو	۱۳ فیصد
بریلی	ہندستانی	۵۰ فیصد	اردو	۱۲ فیصد
بجنور	اردو	۲۰ فیصد	ہندستانی	۱۱ فیصد
بدایوں	ہندستانی	۱۴ فیصد	اردو	۱۰ فیصد
مرادآباد	ہندستانی	۳۵ فیصد	اردو	۲۴ فیصد
پیلی بھیت	ہندستانی	۱۳ فیصد	اردو	۱۲ فیصد
مرزاپور	ہندستانی	۴۴ فیصد		
لکھنو	ہندستانی	۲۰ فیصد	اردو	۱۵ فیصد
کھیری	ہندستانی	۴۴ فیصد		
بہرائچ	ہندستانی	۲۵ فیصد		
بارہ بنکی	ہندستانی	۳۲ فیصد		
رامپور	ہندستانی	۴۰ فیصد	اردو	۳۵ فیصد

اردو اور ہندستانی کے مجموعی اعداد کو دیکھئے تو نہ صرف ان اضلاع

ہیں بلکہ بعض دوسرے اضلاع میں بھی اردو کی حیثیت ہر طرح قابل لحاظ ہے۔ لیکن اگر ہندستانی اور اردو کے کالموں کو الگ الگ کر دیا جائے تو پھر بلاشبہ اردو کی حیثیت بہت گر جاتی ہے۔

ان اعداد کے جمع کرنے والوں کی دیانت کا پتہ تو اس طرح لگتا ہے کہ مردم شماری کی رپورٹ میں حسب ذیل اضلاع ایسے ہیں جن میں اردو کا ذکر برائے نام ہے۔ مثلاً علی گڑھ۔ آگرہ۔ مین پوری ایٹہ فرخ آباد اٹاوہ۔ کان پور۔ جھانسی۔ بنارس۔ جون پور۔ غازی پور۔ اعظم گڑھ بستی بلیا ہردوئی وغیرہ وغیرہ۔

اب کون یقین کرے گا کہ اردو والوں کی تعداد الہ آباد میں صرف ۱۱۰ فی صد ہے یا لکھنؤ میں صرف ۱۵ فی صد۔ یہ تو آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔

رپورٹ کے مقدمے میں بتایا گیا ہے کہ اتر پردیش کے اضلاع کی ہر ۱۰ ہزار آبادی میں (۱۸۰۹۷) اشخاص نے اپنی مادری زبان ہندی اور (۱۰۰۹۷) نے ہندستانی اور (۸۰۰) نے اردو لکھائی ہے اور یہ کہ اس ریاست کے ۵۰ فی صد مسلمانوں سے زیادہ نے اپنی مادری زبان ہندستانی بتائی ہے۔ لیکن کہیں بھی اس کی صراحت نہیں کی گئی کہ یہ "ہندستانی زبان" ہے کیا؟

اگر اس رپورٹ کو بنیاد بنا کر کمیشن کی تجاویز اور سفارشوں پر حکومت ہند عمل کرے گی تو اردو زبان کا جو حشر ہوگا وہ ظاہر ہے۔ اس صورت میں ہمیں کیا کرنا ہے۔ یہ سوال اب ایسا نہیں ہے کہ ہم اس کو ایک دن کے لئے بھی نظر انداز کر سکیں۔

مرکزی انجمن کے متعلق کچھ عرصے سے یہ شکایتیں سنی جا رہی ہیں کہ صدر جمہوریہ کی خدمت میں عرضداشت پیش کرنے کے بعد اس نے ابھی تک رائے عامہ کی کوئی رہنمائی نہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ انجمن کی صوبائی شاخیں ان مراعات سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں جن کے وعدے تو اتر پردیش کی حکومت بہت کچھ کرتی رہتی ہے لیکن جن سے عملاً کچھ زیادہ اطمینان بخش نتائج حاصل نہیں ہوتے۔ اب حد بندی کمیشن کی اس رپورٹ نے بعض بنیادی مسائل کو جن کا تعلق ہماری جد و جہد سے ہے رائے عامہ کے سامنے رکھ دیا ہے اور یہ وقت ہے کہ اہل الرائے مسئلے کے ہر پہلو پر غور کریں۔

اب اس رپورٹ کو پیش نظر رکھ کر صرف کوئی احتجاجی قرارداد منظور کرنا فضول ہوگا۔ بلکہ جن تحقیقات کو اس رپورٹ میں مبہم اور تشنہ چھوڑ دیا گیا ہے ان کے متعلق مرکزی حکومت سے کسی صاف اور صریح پالیسی کے اعلان کا مطالبہ کرنا ضروری ہے۔ راستے کے اس نازک موڑ پر اگر حکومت نے محض کمیشن کی رپورٹ پر انحصار کیا تو اردو زبان کی تحریک کو بہت صدمہ پہنچ سکتا ہے

قومی "بک ٹرسٹ"

اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ اہل قلم اور مصنفین کی مشکلات کو رفع کرنے کے لئے اور تمام ملک کے لئے یکساں معیاری ادب مہیا کرنے کی غرض سے، منجملہ اور تجاویز کے ایک یہ تجویز بھی حکومت ہند کے زیر غور ہے کہ ایک "قومی بک ٹرسٹ" قائم کیا جائے تاکہ اس کے ذریعے تمام ملک کے لئے معیاری اور صحت بخش لٹریچر تیار کرایا جائے اور اس کی اشاعت کرائی جائے۔ علاوہ بریں یونیورسٹیوں اور علمی اداروں کی ایسی کتابیں شائع کرنے میں امداد کی جائے تاکہ کم قیمت پر اچھی کتابیں شائع ہو سکیں۔

اصول کی حد تک حکومت کی یہ تجویز بلاشبہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہے خصوصاً اس لئے کہ ہمارے ملک میں اہل قلم اور مصنفین کی مشکلات کو اگر حکومت رفع کر سکے گی تو اچھے ادب کی اشاعت زیادہ ہوگی۔ اور جن اہل قلم کا معیار معاشی پریشانیوں اور ناشروں کی نفع گیری کی وجہ سے گرتا جاتا ہے وہ بھی سنبھل جائیں گے اور ان کو یکسوئی اور اطمینان قلب کے ساتھ زیادہ بہتر ادب کی تخلیق کے مواقع حاصل ہوں گے۔

لیکن اس مسئلے کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ ہمیں حکومت کی تجویز کی تفصیلات معلوم نہیں ہیں۔ لیکن اصولاً اہل قلم اور ادیبوں پر کسی حکومت کی نگرانی ادب کی تخلیقی قوتوں کو پابند اور کمزور بھی کر سکتی ہے۔ ایک مشین میں ڈھالے ہوئے لٹریچر کی نوعیت اس لٹریچر سے یقیناً مختلف ہو سکتی ہے جو اہل قلم اور اصحاب فکر و نظر کی فطری تقاضوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ان فطری تقاضوں پر اگر کوئی ستم قائم ہوگا تو ان کی قوت نمو ضرور متاثر ہوگی۔ جب تک کہ مجوزہ "بک ٹرسٹ" کا نظم و نسق خود اہل قلم کے ہاتھ میں نہ ہوگا۔ سرکاری اثرات باوجود نیک نیتی کے خراب نتائج پیدا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا پہلا اس سے کہ حکومت کوئی اسکیم بنائے اس کو ہر مکتب خیال کے اہل قلم سے مشورہ کر لینا چاہئے اور یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ فطری تخلیق کی قوتوں کو پابند کئے بغیر وہ اچھے اور مفید لٹریچر کے پیدا کرنے میں کس طرح ان کی مدد کر سکتی ہے۔ معیاری ادب کے بنانے کا کوئی سرکاری کارخانہ قائم نہ ہونا چاہئے اور نہ اہل قلم کے افکار کو سرکاری اصولوں کا پابند کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو کوئی ادارہ حکومت کے اس مستحسن منصوبہ کو پورا کرنے کے لئے بنایا جائے اس کا بندوبست خود اہل قلم کے ہاتھ میں دیا جائے تاکہ ان کے اندر آزادی کا احساس متاثر نہ ہونے پائے اور حکومت کی اس سے اغراض بھی پوری ہو سکیں۔

راجستھان میں ریاستی شاخ کی تجویز

راجستھان کے بعض مقامات کے حامیان اردو کی یہ خواہش ہے کہ راجستھان میں مرکزی انجمن کی ریاستی شاخ قائم کی جائے۔ اس لئے مرکزی انجمن نے جے پور کی شاخ کو اس کی درخواست پر یہ اطمینان دیا ہے کہ وہ ماہ دسمبر میں راجستھان کے مخلص حامیان اردو کا ایک نمائندہ اجلاس اپنی نگرانی اور اہتمام میں بمقام جے پور طلب کرے تاکہ ریاستی شاخ کے قیام کی تجویز اور اس کے عہدداران کے انتخاب کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا جائے۔

ریاستی شاخ کے قیام اور اس کی تشکیل میں چونکہ وہی شاخیں حصہ لے سکیں گی اور اپنے نمائندے بھیجیں گی جن کا الحاق مرکزی انجمن سے ہوگا۔ اس واسطے یہ ضروری ہے کہ راجستھان کے جن مقامات پر شاخیں نہیں ہیں وہاں کے حامیان اردو جلد سے جلد شاخیں قائم کر کے مرکزی انجمن سے ان کا الحاق کرالیں۔

ٹونک۔ جے پور۔ سانبھر۔ مال پورہ۔ سوائی مادھوپور۔ کوٹہ۔ اور دھولپور میں شاخیں قائم ہو چکی ہیں اور ان کا الحاق مرکزی انجمن سے ہو چکا ہے۔

کنونشن کو کامیاب بنانے اور شاخوں کی تشکیل کے لئے عنقریب جے پور کے ارباب اردو کا ایک وفد راجستھان کا دورہ کرے گا۔ اس واسطے راجستھان کے حامیان اردو سے میری اپیل ہے کہ وہ وفد کا خیر مقدم کریں اور کنونشن کو کامیاب تر بنانے کے لئے عملی اقدامات فرمائیں۔

جے پور کی انجمن ترقی اردو کی درخواست پر کنونشن کی صدارت قاضی محمد عبدالغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ نے قبول فرمالی ہے اور مولوی احترام الدین احمد صاحب شاغل سکریٹری انجمن ترقی اردو جے پور نے قاضی صاحب سے ملاقات کر کے کنونشن کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو کر لی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس کنونشن کے ساتھ ایک کل ہند مشاعرہ بھی کیا جائے۔ اور ایک علمی نمائش بھی ترتیب دی جائے۔

مفصل پروگرام کنونشن کی مجلس استقبالیہ جلد ہی شائع کرے گی۔

مولوی احترام الدین صاحب شاغل نے مشاہیر ادبا و شعرائے کرام سے مراسلت شروع کر دی ہے اور جے پور اسٹیٹ، الور اور ٹونک کی ریاست کے کتب خانوں سے نادر مخطوطات کے حصول کی امکانی سعی کر رہے ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ کنونشن کا ہر پروگرام اپنی اہمیت کے اعتبار سے راجستھان کی ادبی تاریخ کا یادگار پروگرام ہوگا۔

خیر بہوروی نائب معتمد

ہلکے ہلکے اشارے

—— دہلی کی دودھان سبھا میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے چیف منسٹر نے بتایا کہ اس وقت دہلی سے انگریزی کے (۹) روزنامہ اخبار اردو کے (۷) اور ہندی کے تین شائع ہوتے ہیں!

—— تمام زبانوں میں مساوات قائم کرنے کے لئے انگریزی کے ۹ اور اردو کے ۷ اخبار بند کیوں نہ کر دئے جائیں؟ بجائے اس کے غضب یہ ہے کرنا کانگریس کا اخبار "سنسار" بھی نکالا گیا تو اردو زبان میں!

—— آخر ہندستان کی ایکتا کا توازن کس طرح قائم ہوگا؟

—— ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ دہلی کے ایک مجسٹریٹ شری مہولنے اپنی عدالت میں ہر کام کے لئے ہندی زبان استعمال کرنی شروع کر دی ہے۔ چنانچہ شہادتیں۔ ضمانت اور التوائے مقدمہ کی درخواستیں اور سب ہندی میں ہوتے ہیں۔

—— نامہ نگار نے شری مہرا کے متعلق یہ بتا کر کہ وہ اتر پردیش سے دہلی بلائے گئے ہیں، ان کے طرز عمل کے متعلق ہمارے تعجب کو بالکل رفع کر دیا!

—— ہمارے بعض ناظرین کو تعجب ہوا ہے کہ ریاستی تنظیم جدید کے کمیشن نے اپنی رپورٹ میں بعض ریاستوں میں تو اقلیتی زبانوں کے مسئلہ کا ذکر کیا ہے، لیکن اتر پردیش میں اس مسئلے کو قابل ذکر نہیں سمجھا!!

—— شروع ہی سے بار بار اعلان کیا جاتا رہا ہے کہ اتر پردیش کی علاقائی زبان بھی اور سرکاری زبان بھی ہندی ہے، تو اب بتائیے اردو زبان کا کوئی مسئلہ ہی کہاں باقی رہا؟ —— کمیشن نے بلاشبہ مردم شماری کی رپورٹ کو سامنے رکھا ہوگا —— یا وہ اس کے سامنے رکھی گئی ہوگی اور جب اس کو بتایا گیا ہوگا کہ لکھنؤ جیسے مرکز میں بھی اردو بولنے والوں کی تعداد دو فی صد سے زیادہ نہیں تو اتر پردیش میں یہ مسئلہ قابل اعتنا کب رہا؟ —— یہ سب تیاریاں تو پہلے ہی سے کی جا چکی تھیں!!

—— "لکھنؤ ۱۵ اکتوبر۔ انجمن ترقی ادب نے ایک روزانہ طرحی مشاعرے کی بنیاد ۲۲ ستمبر کو ڈالی جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے انجمن کی رائے کے مطابق ۳۰ اکتوبر سے یہ مشاعرہ "ہندی" ہوا کرے گا۔ کسی دیوان سے مصرع دیا جائے گا اور ایک "غزل" کے

بعد مشاعرہ ہوگا جس میں ہر شخص شرکت کر سکے گا۔"

—— روزانہ مشاعرے کے بجائے اگر دن میں دو وقت مشاعرہ ہوا کرے تو کیا مضائقہ ہے!!

—— اترپردیش کی حکومت کے ایک عہدے دار نے بنارس کے میونسپل بورڈ کے متعلق ایک مقدمے میں یہ جواب دعویٰ داخل فرمایا تھا کہ "اردو تو کوئی خاص زبان نہیں ہے...... میونسپل بورڈ ایک آزاد ادارہ ہے اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا" نیز یہ کہ ریاستی حکومت نے مادری زبان کی تعلیم کے متعلق جو ہدایات جاری کی ہیں ان کی نوعیت محض مشورے کی ہے۔ آخر میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ اگر بیان بورڈ کے انتظام سے مطمئن نہیں تو ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے بچوں کا نام اسکول سے خارج کرا لیں!!

—— اب معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے یہ جواب دہی واپس لے لی ہے لیکن میونسپل بورڈ بدستور جواب دہی پر آمادہ ہے۔

—— مقدمہ کی روداد پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کر سکتے لیکن اترپردیش کی حکومت کو اس بات پر مبارک باد دینے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس کے عہدہ داروں میں اس قدر جدت طراز اور معنی آفریں اشخاص بھی ہیں جو اس کے احکام کو بھی "مشوروں" میں تبدیل کر سکتے ہیں اور ماشاءاللہ لسانیات کے متعلق بھی فتوے صادر کر سکتے ہیں!!

اردو کی خبریں

صوبائی اسٹوڈنٹس کنونشن

مسٹر عارف نقوی جنرل سکریٹری ادارہ توسیع ادب لکھنؤ نے مندرجہ ذیل بیان اخبارات میں اشاعت کے لئے دیا ہے۔

میں ادارہ توسیع ادب کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے لکھنؤ یونیورسٹی اور دیگر کالجوں کے طلبا کے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتا ہوں کہ ماہ نومبر میں اس عدار الخلافہ میں صوبائی اسٹوڈنٹس اردو کنونشن بلایا جائے۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ لکھنؤ کے طلبا نے وقت کی اس پکار کو دھیان سے سنا اور لکھنؤ میں صوبائی اردو کانفرنس بلانے کا فیصلہ کیا تاکہ سارے صوبہ کے اردو نواز طلبا پہلی مرتبہ سر جوڑ کر بیٹھ سکیں اور صوبے کے حالات کا جائزہ لے کر زبان اردو کی فلاح کا راستہ تلاش کر سکیں۔

میں ادارہ توسیع ادب کی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ ادارہ طلبا کے اس قدم کو زبان اردو کے لئے فال نیک تصور کرتا ہے اور اپنے تعاون کا یقین دلاتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ نوجوان طلبا

اپنے عزم اور اپنے ارادوں پر قائم رہ کر لکھنؤ اور صوبے کے تمام شہریوں کا تعاون حاصل کر کے وقت کے تقاضے کو پورا کریں گے۔

طلبا کی طرف سے اردو کانفرنس

لکھنؤ ۸ ر اکتوبر۔ آج لکھنؤ یونیورسٹی یونین ہال میں یونیورسٹی اور دیگر کالجوں کے طلبا کا ایک جلسہ زیر صدارت عالیہ عسکری ہوا۔ جس میں اتفاق رائے سے ایک صوبائی اردو کانفرنس وسط نومبر میں بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ کنونشن کی تاریخیں ۲۰، ۲۱ نومبر مقرر ہو گئی ہیں۔

کانفرنس کے انتظام کے لئے مندرجہ ذیل ممبران پر مشتمل ایک مجلس منتظمہ تشکیل پائی۔

صدر مس عالیہ عسکری، سکریٹری شارب ردولوی۔

ممبران:۔ محمد شاہد رضوی، محمد عارف نقوی، سید شمیم شاہ، سید خلاق حسین رضوی، مس مہر بانو، مس صوفیہ فرید، مس عقیلہ حکیم، مس نشاط حمید شیعہ کالج سے امیر حیدر، اسلامیہ کالج سے نعمان غنی۔ جبلی کالج سے اطہر حسین، امین آباد کالج سے غضنفر حسین، سینٹ جوزف کالج سے آغا قادر پاشا۔ (نامہ نگار)

لکھنؤ

لکھنؤ ۱۱ ر اکتوبر۔ ادارہ فروغ اردو لکھنؤ کا ایک وفد وزیر تعلیم یوپی ڈاکٹر ہر گووند سنگھ سے ملا۔ اس وفد نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ صوبہ کے پرائمری مدرسوں میں پڑھائی جانے والی کتب حکومت کے سرکلر کے بموجب اردو میں شائع کی جائیں۔ وفد کے قائد اور صوبہ کے مشہور ادیب مسٹر حامد اللہ افسر نے اس مطالبہ کی وضاحت کرتے ہوئے وزیر تعلیم سے بتایا کہ اس وقت صرف ریاضی اور حساب کی کتب اردو میں شائع ہوتی ہیں اور تعلیم کے دوسرے شعبہ سائنس، باغبانی، آرٹ، سوکس، صحت عامہ وغیرہ کی کتب صرف ہندی میں شائع ہوتی ہیں۔

اس وفد میں لکھنؤ یونیورسٹی کے ریڈر ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی پروفیسر آل احمد سرور، سید احتشام حسین، امیر حسن نورانی، محمد حسن شمس، گیانی مہندر سنگھ اور مسٹر شجاعت علی سندیلوی شامل تھے۔

وفد نے وزیر تعلیم سے بتایا کہ اردو بیسک ریڈروں کی زبان مشکل ہے صرف رسم الخط اردو ہے۔ اور ان کے مختلف اسباق کی نشان دہی کرتے ہوئے وزیر تعلیم کو دکھایا کہ ان کی زبان میں کیا

غلطیاں ہیں۔ وفد نے اس سمت وزیر تعلیم کی توجہ دلائی کہ ان کتب میں صرف ایک ہی مذہب کے تہذیب و تمدن پر روشنی ڈالی گئی ہے جو کہ ہندوستان کے دستور اساسی کے منافی ہیں یہی نہیں بلکہ جمہوریت کی اعلیٰ قدروں پر ضرب کاری لگاتے ہیں اس لئے وفد کا یہ مطالبہ ہے کہ ان ریڈروں اور کتب میں ترمیم کی جائے۔ زبان کی حیثیت سے جن پبلشر نے ایسی کتب شائع کی ہیں ان سے دوبارہ شائع کرائی جائیں اور مستقبل میں وفد کی رائے ہے کہ صوبہ کے مشہور ادیبوں اور ماہرین تعلیم پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو ان چیزوں پر غور کرے۔

جناب حامد اللہ افسر نے وزیر تعلیم سے کہا پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کے والدین سے زبان کے سلسلے میں دو گواہیاں لینے کی رسم ختم کی جائے جو انھیں مادری زبان کے سلسلے میں دینا پڑتی ہیں اور صرف والدین کے بیان پر بچوں کی مادری زبان اردو قرار دی جائے یہی نہیں بلکہ ایسے تمام مدرسین کو جنھیں "جرم اردو" میں ملازمتوں سے سبکدوش کیا گیا ہے بحال کیا جائے اور صوبہ کے ٹریننگ اسکولوں میں اردو کو بھی طریقہ تعلیم مقرر کیا جائے۔

آخر میں وفد نے اپنے مطالبات کی تصدیق کراتے ہوئے وزیر موصوف کو چند دستاویزات دکھائیں۔ وزیر تعلیم مسٹر ہرگوبند سنگھ نے تمام مطالبات بغور سنے ان سے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے ضروری کارروائی کا یقین دلایا۔

انجمن کی خبریں

پٹنہ جناب جناب صدیقی جنرل سکریٹری بہار ریاستی انجمن ترقی اردو نے حسب ذیل بیان پریس کو دیا ہے۔ بہار ریاستی اردو کنونشن کی مجلس مشاورت کا ایک اہم جلسہ ساڑھے چھ بجے شام کو انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں زیر صدارت سردار لطیف الرحمن صاحب ایم۔ ایل۔ اے منعقد ہوا جس میں حسب ذیل حضرات نے شرکت فرمائی۔

جناب عبد القیوم انصاری صاحب وزیر تعمیرات بہار جناب ابو احمد محمد نور صاحب ڈپٹی منسٹر محترمہ عزیزہ نقی امام صاحبہ جناب شاہ مشتاق احمد صاحب ایم۔ ایل۔ اے۔ سردار لطیف الرحمن صاحب ایم ایل۔ اے۔ جناب غلام سرور صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ایل۔ ایڈیٹر سنگم جناب صدیقی وغیرہ اور خصوصی شرکاء میں جناب محمد یسین انصاری صاحب و مولانا مسیح ندوی صاحب ایم۔ ایل۔ اے قابل ذکر ہیں۔

زیر بحث مسئلے پر اظہار خیال فرماتے ہوئے کہ بہار ریاستی انجمن ترقی اردو نے پچھلے سال اردو کو بہار میں علاقائی زبان قرار دلوانے کے لئے جو تجویز منظور کی تھی جس کے تحت پورے صوبے میں دستخطی مہم ایک کامیاب تحریک کی شکل میں پھیلی اور ماہ جون [illegible] میں بہار ریاستی اردو کنونشن طلب کی گئی جس نے فیصلہ کیا کہ ایک وفد جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہند اور جناب ڈاکٹر سری کرشن سنہا وزیر اعلیٰ بہار کی خدمت میں بھیجا جائے جو اردو کو بہار میں علاقائی زبان قرار دلوانے کا محبوب مطالبہ کرے۔

چنانچہ شاہ مشتاق احمد ایم۔ ایل۔ اے کی تحریک پر متفقہ طور پر طے پایا کہ بہار کی مشہور ہستی محترمہ لیڈی انیس فاطمہ صاحب ایم ایل سی سے درخواست کی جائے کہ بہار ریاستی اردو کنونشن کے وفد کی قیادت فرمائیں اور یہ وفد حسب تجویز بہار ریاستی اردو کنونشن جلد سے جلد دس لاکھ دستخطوں کے ساتھ صدر جمہوریہ ہند سے مل کر اردو کو بہار میں علاقائی زبان قرار دینے کا مطالبہ پیش کرے۔

واضح رہے کہ اب محضر نامہ تیار ہو گیا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔ طباعت ہو رہی ہے۔ تمام دستخط کیے جا چکے ہیں صرف اس بات کی دیر ہے کہ صدر جمہوریہ کا بلاوا آئے اور یہ وفد ان سے مل کر مطالبہ پیش کرے۔

جمشید پور جمشید پور ۱۹ اکتوبر یہاں انجمن ترقی اردو سنگھ بھوم جمشید پور کے زیر اہتمام مقامی بہار کلب میں یوم پریم چند کا نہایت اہم اجتماع ہوا جلسہ کی صدارت شری راج ناتھ رائے نے کی۔ جلسے کا ابتدائی حصہ تقریروں اور مقالوں کے لئے مخصوص تھا۔ مقالوں میں [illegible] سنگھ کا مقالہ کافی جاندار تھا۔ انھوں نے اپنے مضمون میں منشی پریم چند آنجہانی کو ایک انسان دوست ادیب کی حیثیت سے پیش کیا۔ دوسرا مضمون علیم الدین صاحب نے پڑھا۔

تقریری پروگرام کی ابتدا جناب کیف پرتاب گڑھی نے کی آپ کی تقریر کا موضوع یہ تھا کہ اردو زبان و ادب پر پریم چند کے کیا کیا احسانات ہیں۔

دوسری تقریر شہر کے ایک نوجوان شاعر عبد الحمید شہر نے کی آپ نے پریم چند کو ایک ترقی پسند ادیب کی حیثیت سے پیش کیا آپ نے تاریخی پس منظر میں ان کے ادب کے ارتقا پر روشنی ڈالی۔ شہر نے کہا کہ پریم چند کو صرف فطری ادیب کہہ کر گزر جانا تاریخی حقائق کی طرف سے آنکھ بند کر لینا ہے۔ پریم چند انسان کا غیر فانی ادب اپنے وقت اور ماحول کی پیداوار ہے۔ ہر زمانہ اور ہر ملک کے بڑے فنکار کی طرح انھوں نے بھی نہ صرف اپنے وقت کی پکار کو سنا بلکہ ان پر لبیک بھی کہا ہندی کے ادیب شری ذرکے پرشاد نے کہا .... کہ پریم چند اپنے زمانے کی حقیقتوں کا بھرپور گیان رکھتے تھے جس کے بغیر کوئی ادیب مہان کار نہیں ہو سکتا۔ شری [illegible] پرشاد سنگھ نے بتایا کہ پریم چند مستقبل کو تابناک بنانے

کے لئے ماضی کی روشنی میں حال کی گتھیاں سلجھاتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک کلاکار کی خصوصیت یہی ہے کہ وہ بیک وقت ماضی، حال و مستقبل تینوں کو اپنی نگاہوں میں رکھے۔

شری آر۔ این چوبے کا موضوع تقریر پریم چند کی کہانیاں تھا انھوں نے مختلف کہانیوں کے چھوٹے چھوٹے جملے پیش کئے اور جذبات سے بھرپور ان مختصر جملوں کے حوالے سے بتایا کہ کس طرح پریم چند ایک چھوٹے سے جملے میں جذبات و احساسات کے ساگر کو بند کر دیتے تھے۔

آخر میں صدر جلسہ شری راج ناتھ رائے نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پریم چند آئندہ نسلوں کے ادبی پیغمبر تھے انھوں نے ہمیشہ ثبت صداقتوں کو اپنی نگارشات کا موضوع بنایا۔ آپ نے فرمایا کہ ثبت صداقتوں کو زبان عطا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ فن کار کو بڑی بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ٹالسٹائی سے کسی نے پوچھا کہ میں بڑا ادیب کس طرح بن سکتا ہوں اس نے جواب دیا کہ عوام کے ساتھ جاکر مصیبتیں جھیلو۔“

تقریر کے بعد شری انور بخش پرشاد سنگھ کی صدارت میں مشاعرہ ہوا جس میں ہندی کے بیربل ہتو۔ آر۔ این۔ پرشاد۔ انور بخش اور چنچل اور اردو کے سالک آردی، احمد عظیم آبادی، مائل جنیب، کیف، غیرت ہوش، اسد معصوم، نشتر، سالم، ذکی۔ اور ناثر وغیرہ نے حصہ لیا۔

بنگلور ۱۰ راکتوبر ۱۹۵۶ء کو انجمن ترقی اردو (ہند) ریاست میسور بنگلور کی جانب سے گاندھی جینتی نہایت اعلیٰ پیمانے پر منائی گئی۔ جلسہ کی صدارت پروفیسر آغا محمد عباس شوستری صاحب نے فرمائی۔ حاضرین سے مسلم ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ بمبئی، میسور اور بنگلور کے ممتاز شعرا نے اپنا کلام سنایا۔

جناب سید عبد العلیم صاحب جائنٹ سکریٹری نے خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ انجمن اپنے قیام کی چھوٹی سی مدت میں ریاست میں اپنا تعارف کرا کر تمام اہل نظر و فکر کی وابستگی اور استقامت حاصل کرنے میں بڑی حد تک کامیاب رہی ہے، مقامی حالات کے پیش نظر انجمن نے ایک وسیع اور ہمہ گیر لائحہ عمل مرتب کیا ہے تاکہ انقلاب سے پیدا شدہ حالات پر قابو پاتے ہوئے جنوبی ہند میں اردو کے معیار کو بڑھانے میں موثر ثابت ہو۔

اردو زبان آج جس آزمائش سے گزر رہی ہے اور ملک میں جو لسانی کشمکش پائی جاتی ہے وہ صرف گاندھی جی کی تعلیمات و ہدایات سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ آخر میں آپ نے امید ظاہر کی کہ ہندوستانی گاندھی جی کی تعلیمات کو پھر سے اپنائیں گے اور ملک میں صحیح جمہوریت قائم کرنے میں کامیاب رہیں گے۔

اس کے بعد اردو مباحثہ شروع ہوا جس میں ریاست کے تمام کالجوں کے طلبا نے حصہ لیا۔ مباحثہ کا عنوان حسب ذیل تھا ”قومیت پہ زور دینا ہی تخیل دنیا کے امن و اطمینان کا منافی ہے“۔ طلبا نے اپنے معیار کا اچھا ثبوت دیا اور مباحثہ بہت کامیاب رہا۔

مباحثے کے نتیجہ کا اعلان کرتے ہوئے جناب کے محمد حبیب اللہ خاں صاحب جنرل سکریٹری نے نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ ہمت اور استقامت سے کام لیں، قوم کی نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے تیار ہوں قوموں کا مستقبل نوجوانوں کے عزم و صلاحیت سے بنتا ہے۔

جناب محمود شریف صاحب صدر انجمن ترقی اردو (ہند) ریاست میسور نے نہایت پرجوش تقریر کی۔ آپ نے ریاست کے تمام حضرات سے اور خاص کر نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ انجمن سے اپنا ربط بڑھائیں۔ اور اردو کے تحفظ میں انجمن کی استقامت فرمائیں۔ آپ نے خوشی ظاہر کی کہ ہر اردو داں میں اردو کی حفاظت کا جذبہ بڑھ رہا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ اردو کا مستقبل روشن نہ ہو،

ملک کے موجودہ حالات ہمیں پست ہمت نہیں کر سکتے ہیں اس وقت اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کا پورا جائزہ لیکر اردو کو محفوظ کرنا چاہئے۔ اردو زبان دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں سے ایک ہے اور جنوبی ہند میں جو تحریکیں اردو زبان کی بقا کے لئے ابھر رہی ہیں وہ یقیناً کامیاب ہو کر رہیں گی۔

آپ نے امید ظاہر کی کہ لسانی صوبوں کی تشکیل کے بعد ملکی اتحاد قائم رہے گا اور تمام زبانوں کو ترقی کے یکساں مواقع حاصل رہیں گے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قوم کا مستقبل نوجوانوں کی ہمت و تدبر پر منحصر ہے انھیں قوم کے ہر کام میں پورا حصہ لینا ہوگا اور ملک و قوم کی ترقی کے لئے نئی جد وجہد کرنی ہوگی۔

گاندھی جی کے متعلق کہتے ہوئے آپ نے جناب سید عبد العلیم صاحب کے خیالات سے اتفاق کیا اور فرمایا کہ دنیا کا اب عقیدہ گاندھی جی کے اصولوں پر بڑھ رہا ہے۔

پروفیسر شوستری صاحب نے مختصر سی تقریر میں مباحثہ کے شرکین کو مبارکباد دی اور اپنے اس شوق کو قائم رکھنے کے لئے درخواست کی۔

شام کے ۴ بجے مسلم ہال میں انجمن ترقی اردو ہند کی مجلس منتظمہ کا جلسہ منعقد ہوا۔ مجلس نے یہ طے کیا کہ دسمبر کے آخر ہفتے میں ریاستی اردو کانفرنس منعقد کی جائے۔

ریاست میں نئی تعلیمی اصلاحات کے متعلق صحیح حل تجویز کرنے کے لئے ایک سوال نامہ تیار کرنا منظور ہوا جس پر مجلس منتظمہ آئندہ اتوار کو غور کرے گی۔ سوالنامہ ریاست کے ہر حصے کو بھیجا جائے گا۔ تاکہ عوام

کی اردو تعلیم کے متعلق رائے معلوم ہو۔

انجمن کی ممبر سازی بڑھانے کے لئے ہر رکن منتظمہ کو ۲۵۔ اراکین بنانے کی شرط لگائی گئی۔

انجمن کی طرف سے ایک مہینے کے اندر اندر تعلیمی سیمنار طلب کیا جائے گا تاکہ نئی تعلیمی اصلاحات اور اردو زبان کے مستقبل کے متعلق غور کیا جائے گا۔ سیمنار میں شرکت کے لئے ریاست کے تمام اہل الرائے کو دعوت دی جائے گی۔

طے پایا کہ انجمن کے دفتر کے لئے ایک کلرک فوری طور پر رکھ لیا جائے۔

پٹنہ ۱۲ ر اکتوبر کل سو خر الذکر ساڑھے ۷ بجے شام کو بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کے زیر اہتمام انجمن اسلامیہ ہال میں یوم پریم چند منانے کے لئے ایک شاندار اجتماع ہوا جس کی صدارت شاد مشتاق احمد ایم۔ ایل۔ اے نے فرمائی

جناب عبد الغنی صاحب پٹنہ کالج نے ایک بسیط اور کامیاب مقالہ پڑھا جس کا عنوان تھا " پریم چند اردو ہندی کے سنگم تھے۔ اپنی تقریر میں جناب جناب صدیقی . . . . . . سکریٹری بہار ریاستی انجمن ترقی اردو نے اپنی تقریر میں منشی پریم چند کی زندگی کے مختلف پہلو پر روشنی ڈالی جناب پروفیسر اختر اورینوی صاحب نے ایک زبردست عالمانہ تقریر فرمائی۔ آپ نے یوم پریم چند کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے اردو کی مشترکہ حیثیت کی بھی وضاحت کی۔

آپ نے فرمایا کہ اردو ہندستان کی ملی جلی زبان ہے اور جہاں تک اردو کے پھیلانے اور بڑھانے کا سوال ہے کسی شک وشبہ کے بغیر اس میں ہندوؤں کا زبردست ہاتھ ہے۔ کیونکہ باہر کے لوگوں کی زبان عربی فارسی اور ترکی تھی اور وہ اپنی زبان بولتے تھے انھیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ کوئی دوسری زبان اختیار کرتے لیکن یہاں کے لوگوں نے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اس زبان کی بنیاد ڈالی اور اسے آگے پھیلایا اسی طرح اردو ادب کے بڑھانے اور اردو ادب کے تخلیقات میں منشی پریم چند کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس حیثیت سے یہ کہنا بجا ہوگا کہ منشی پریم چند نے اردو کی بہت زبردست خدمت کی ہے۔

آپ نے تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اردو کو زندہ رکھنا چاہئے اور کیوں زندہ رکھنا چاہئے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مٹنے سے ملک کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے کیوں کہ اس کے مٹنے کے بعد کوئی زبان ایسی نہیں ہے جو تمام ملک کے ملانے میں گارے چونے اور سینٹ کا کام دے سکے۔ اس کے علاوہ سماجی اور ثقافتی تعلق بڑھانے میں زبان کا بڑا حصہ ہوتا ہے اور یہ اردو زبان ہی میں صلاحیت ہے کہ اس مقصد کا ساتھ دے سکے۔

دوران تقریر میں آپ نے بعض ذمہ دار لوگوں کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے جو کہتے ہیں کہ اردو زبان صرف شمالی ہند میں بولی جاتی ہے . . . . . . فرمایا کہ دکھنی ہندستان میں بھی اردو کا رواج ہے اور اسی زبان کے ذریعے لوگ ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کرتے ہیں۔ آپ نے اردو کی افادیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اردو نے ہر دور میں حکومت اور ملک کی خدمت کی ہے۔ اردو نے قومی تحریکات میں بھی حصہ لیا ہے۔ ملکی آزادی میں بھی اس کا زبردست ہاتھ ہے۔

آج بھی وزیر اعظم ہند جواہر لال نہرو ایشیائی اقوام کی وحدت کا خواب دیکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کو ملانے اور دنیا کی قوموں کو ایک ساتھ رکھنے کے لئے اردو میں ضرورت ہے کیونکہ اردو کے اندر صلاحیت ہے جو قوموں کو جوڑ سکے۔ اسی طرح جنوبی ہند اور شمالی ہند کو ملانے کا کام بھی اردو ہی کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے آگے تقریر میں فرمایا کہ آج اردو زبان کا باقی رکھنا بے حد ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اردو کے متعلق لوگوں کو سمجھایا جائے اور اس کام کے لئے ہندو ادیب ایک زبردست کڑیاں ہیں اور اس حیثیت سے وہ ہندو ادیب جو اردو میں لکھتے پڑھتے ہیں ان کی زبردست اہمیت ہے اس لئے اردو کی خدمت یہ بھی ہونا چاہئے کہ کوشش کی جائے کہ موخر الذکر ادیب اس حیثیت کو باقی رکھیں۔

مدراس خدا کا شکر ہے کہ مدراس کے حامیان اردو نے ۱۸ ر اکتوبر کو انجمن ترقی اردو ہند کی شاخ قائم کی اور ریاست مدراس میں اردو کی ترقی اور حفاظت کے لئے عملی پروگرام بنایا جس کے متعلق عنقریب اقدامات کئے جائیں گے۔

صدر:۔ جناب افضل العلما الحاج مولانا مولوی سید عبد الوہاب بخاری صاحب۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی۔ پروفیسر اسلامک ہسٹری پریسیڈنسی کالج۔ مدراس میں

(دوسرے عہدہ داروں اراکین کے اسمائے گرامی پھر شائع کئے جائیں گے۔ نامہ نگار)

گوالیار ندا فاضلی صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو گوالیار تحریر فرماتے ہیں کہ دس اکتوبر کو بہ سلسلہ گاندھی جینتی زیر اہتمام انجمن ترقی اردو شاخ گوالیار ایک شاندار مشاعرے کی بزم منعقد ہوئی جس میں مقامی شعرائے کرام نے اپنے کلام سنائے۔ شاخ کے اراکین عنقریب ایک کل ہند ادبی اجتماع مشاعرہ اور علمی نمائش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اسی موقع پر ریاستی شاخ کے عہدے داروں کا انتخاب بھی عمل

ہیں آئے گا۔ اس لئے ریاست کے حامیان اردو کا فرض ہے کہ انجمن کی شاخیں قائم کرکے ان کا الحاق مرکز سے کرائیں۔ کیونکہ اصولاً ریاستی شاخ کے قیام اور اس کی تشکیل میں رہی۔ ایسی شاخوں کے منتخب نمائندے حصہ لے سکیں گے جن کا الحاق مرکزی انجمن سے ہوگا اور جن کو مرکز نامزد کرے گا۔

امید ہے کہ ریاست کے ارباب اردو اس کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے۔ کیونکہ یہ وقت کا بڑا کام ہے۔ (نامہ نگار)

علی گڑھ

۲۲ ستمبر ۱۹۵۵ء کو انجمن ترقی اردو شاخ مسلم یونیورسٹی کی منتظمہ کا جلسہ یونین کی منتظمہ کمرہ میں ہوا جس میں شاخ کی منتظمہ کی خالی نشستوں کے لئے مندرجہ ذیل اصحاب کا انتخاب عمل میں آیا۔

نائب صدر :- شفیع الرحمٰن قریشی

جوائنٹ سکریٹری :- آزاد قاسمی۔

ممبران مجلس منتظمہ :- اختر علی صدیقی، محمد امجاد خاں، عبدالحکیم شجاع الرحمٰن شروانی، صغیر احمد کنوینر۔

ایک کمیٹی شاخ کے قواعد و ضوابط کی تشکیل کے لئے مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل بنائی گئی۔ انیس شروانی (صدر) عبدالحفیظ میاں، آزاد قاسمی۔

(نامہ نگار)

شاخ جے پور کی کارگزاری

جناب احترام الدین صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ جے پور تحریر فرماتے ہیں کہ :-

جے پور میں انجمن ترقی اردو کی شاخ مارچ ۱۹۵۳ء میں قائم ہوئی تھی اس وقت سے اب تک جو خدمات اس شاخ نے انجام دی ہیں ان کا ذکر مختصراً کیا جاتا ہے۔

شاخ مذکور نے اپنا دستور العمل مرتب کرکے طبع کرایا۔

اردو کی تعلیم کا جے پور میں اس وقت انتظام کیا جب کہ ہر طرف اردو سے مایوسی تھی، اور سرکاری طور پر تو اس کا خاتمہ ہی کر دیا گیا تھا۔ حالانکہ ریاست جے پور کی سرکاری زبان ۱۹۴۸ء تک اردو تھی، اور راجستھان کی اور بھی چند ریاستوں کی مثلاً ٹونک وغیرہ۔ چنانچہ آج بھی شہر جے پور کے مختلف مدارس میں پندرہ سو کے قریب طالب علم پرائیوٹ اردو کی تعلیم پا رہے ہیں اور جن سرکاری مدارس میں اردو کو قائم رکھا جا سکتا تھا۔ وہاں کے طلبہ ان کے علاوہ ہیں مثلاً :-

موجودہ سیشن میں مہاراجہ گرلز ہائی اسکول جے پور سے اردو کا مضمون خارج کر دیا گیا تھا اور یہ اعلان ہو جانے کے باعث طالبات نے اپنے دیگر مضامین کی تعلیم شروع کر دی تھی۔ مگر شاخ مذکور کی سعی سے یہ اعلان منسوخ ہوا اور اردو برقرار رہ سکی۔

دو مستقل ادارے ... "اردو کالج" اور "فیضان کالج" بھی اول قیام سے برابر جاری ہیں جن میں رات کو زیادہ تر ایسے طلبہ کو تعلیم دی جاتی ہے جو دن میں محنت مزدوری کرکے شکم پری کرتے ہیں اور رات کو پڑھتے ہیں اور "جامعہ اردو علی گڑھ" کے امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

لڑکیوں میں اردو کی تعلیم کا خاص شوق پایا جاتا ہے۔ مگر ذرائع تعلیم بہت محدود ہونے کے باعث خاطر خواہ انتظام نہیں ہے۔ جو کسی نوبت پر ضرور مکمل کرنا ہے۔

شاخ جے پور ہی کی کوشش سے دھول پور، سوائی مادھوپور مال پورہ اور سانبھر میں انجمن کی شاخیں قائم ہوئیں۔ جودھ پور، بیکانیر۔ ناگور۔ ادے پور۔ بوندی۔ قرولی اور دیگر مقامات پر بھی مزید شاخیں قائم کرنے کی اسکیم زیر عمل ہے۔ جس میں امید ہے ضرور کامیابی ہوگی۔

عوام کی دلچسپی کے ماتحت شاخ جے پور نے ایسے مشاعرے بھی کئے جن کی مقبولیت اور کثرت سامعین قابل یادگار حقیقت ہے۔

شاخ جے پور کے ممبروں میں بلا تفریق مذہب و ملت برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور مرکز کی یافتنی مقررہ رقم فیس ممبری بھی وقتاً فوقتاً ادا کی جاتی رہتی ہے۔

شاخ مذکور نے اپنی پہلی سالانہ مطبوعہ رپورٹ بھی شائع کی اور دوسری بھی اسی ماہ میں شائع ہو رہی ہے۔

جے پور میں زبان اردو کی تاریخ بھی "تذکرۂ شعرائے جے پور" کے نام سے مرتب کی گئی ہے۔ اب اس کی طباعت کا سوال درپیش ہے۔

اب تک یہ شاخ مقامی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کو "ریاستی شاخ" جلد سے جلد بنایا جائے تاکہ سارے راجستھان میں عوامی تحریک کے طور پر اردو کی خدمت ہو سکے۔ اور اس کو اس کا جائز مقام و حق مل سکے۔ چنانچہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۵ء کی سالانہ میٹنگ میں ارکان شاخ مذکور نے یہ طے کر لیا ہے کہ اس کو ریاستی شاخ جلد بنایا جائے مگر دشواری یہ ہے کہ اس انجمن کے پاس سرمایہ نہیں! اور اس خدمت کے لئے ضروری ہے کہ انجمن کا ایک وفد راجستھان کا دورہ کرے جس میں مقامی شاخ کے ارکان کے علاوہ کم از کم ایک نمائندہ مرکزی انجمن کا بھیجیں اور جا بجا شاخیں قائم کرکے ان کو عملی شاہراہ پر لگا دیا جائے۔ نیز ایک ریاستی اردو کنونشن بھی جے پور میں کیا جائے۔ جس میں راجستھان کے جملہ مشہور مقامات کے اردو دوست حضرات بطور نمائندہ شریک ہوں۔ مرکزی انجمن کے بھی کچھ معزز اصحاب شرکت فرمائیں۔ اور اس کی صدارت و افتتاح بھی مرکز ہی کے کوئی ذمہ دار عہدہ دار کریں۔ عوام کی دلچسپی کے ماتحت ایک آل انڈیا مشاعرہ بھی کیا جائے

جو یا دا کاسٹ بھی ہو۔ مخطوطات کی نمائش بھی کی جائے اور مرکزی انجمن کی تجاویز کے ماتحت جو لائحہ عمل قائم ہو اس کی کامیابی کے ساتھ تکمیل کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ

شاخ جے پور کی خدمات اور یہاں کی ضروریات اور اس کی مالی حالت کے پیش نظر اگر اس اجتماع کے لئے اور اس کے اندرونی و بیرونی انتظامات کی غرض سے بطور امداد کوئی معقول و مناسب رقم مرکز سے دی جائے تو یقیناً راجستھان میں بہت کچھ خدمت و ترقی اردو کی ہو سکتی ہے نیز عوام میں جو مایوسی و بے حسی اردو کی جانب سے سرایت کر چکی ہے وہ دور ہو کر عملی فضا پیدا ہو جائے۔

یہ توقع بھی بیجا نہیں ہے کہ اس اجتماع کے باعث انجمن کے ممبروں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوگا۔

ایک مراسلہ کا اقتباس

لسانی صوبے اور انجمن ترقی اردو ہند

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادۂ و ساغر کہے بغیر

ہندستان جب ہا برس کی غلامی کے بعد آزاد ہوا، اس آزادی کی راہ میں سب ہی جماعتوں نے جانی و مالی قربانی پیش کی اور عوام نے بھی ہر طرح تحریک آزادی کا ساتھ دیا۔ شاعروں، ادیبوں کے ساتھ ہی صحافیوں کے بھی اس اشتراک و تعاون کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جو حصول آزادی کے معاملے میں انھوں نے حریت پرور جماعتوں کے ساتھ کیا۔ قدرتی طور پر سارے ہندوستانیوں کے جذبات، آزادی سے بہرہ ور ہونے کے لئے موجزن ہونا چاہئے تھا۔ لیکن افسوس اور دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اور ملک کی بھاری اکثریت زندگی کے بہت سے شعبوں میں حرماں نصیبی اور مایوسی کی شکار ہو گئی۔ تعمیر و ترقی کی کامیاب کوشش، درست حق بجانب اور قابل ستائش اور اعتراف! لیکن باوجود اس کے ہندستان کے عام حالات تسلی بخش نہیں جس کے بارے میں خود پنڈت نہرو جو اس آزاد ہندستان کے وزیر اعظم ہیں، بارہا اپنی تقریروں اور بیانوں میں اظہار خیال کر چکے ہیں۔

ابھی متوسط طبقہ سکون اور اطمینان کی سانس پورے طور پر لینے بھی نہ پایا تھا کہ حد بندی کمیشن کی رپورٹ سے پھر وحشت و ہراس میں مبتلا ہو گیا۔ اس کمیٹی نے زبان کی بنیاد کا بھی لحاظ نہیں رکھا اور ۱۶۔ صوبے بنا دے لیکن اردو زبان کی بنیاد پر کوئی صوبہ نہیں بنایا گیا حالانکہ دستور میں جو ہندستان کی سب سے اہم سب سے محترم اور سب سے زیادہ مقدس چیز ہے، اردو زبان کو تسلیم کیا گیا ہے۔ سارے ہندستان میں اس کے بولنے پڑھنے والے موجود ہیں۔ لیکن اس کھلی ہوئی اور روشن حقیقت کو باؤنڈری کمیشن نے نظر انداز کر دیا۔

کیا ہندستان بھر کے اتنے صوبوں میں کوئی ایک بھی ایسا صوبہ نہیں تھا جسے اردو کے نام پر بنایا جا سکتا۔ ویسے اس کمیشن نے بہت غیر ضروری اور اپنے حد اختیار سے بڑھ کر مشورے دے دئے ہیں۔

اس کمیشن نے جو عجیب و غریب رپورٹ پیش کی ہے اس سے سارا ہندستان حیران ہے اور سراسیمہ ہے۔ بہر حال کیونکہ ابھی سنٹرل گورنمنٹ کا اس پر غور کرنا باقی رہ گیا ہے۔ اس لئے سر دست اس پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس موقع پر کل ہند انجمن ترقی اردو کے سکریٹری سے یہ ضرور کہا جائے گا کہ جب ریاستوں اور صوبوں کے تمام صحافی تمام جماعتیں اور تمام اہل الرائے اصحاب اس سلسلے میں سیاسی طور پر رائے کا اظہار کر رہے ہیں تو انجمن ترقی اردو ہند کیوں خاموش بیٹھی ہے۔ آخر وہ خود اور اپنی متعلقہ انجمنوں سے اس سلسلے میں کوئی کام اور پروگرام کیوں نہیں چلاتی۔ جب دستور کو ایک زبان میں مانا گیا ہے تو اس کو نظر انداز کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور یہ انجمن ترقی اردو کیا صرف مشاعرے کرنے کانفرنسیں بلانے کے لئے ہی ہے۔ ایسی انجمن سازی کس کام کی جو زبان کے بارے میں ایسی کھلی ہوئی حق تلفی و نا انصافی کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور برداشت کرے اور کمیشن کا یہ اقدام تو ایک طرح دستور کی عظمت کو بھی کم کرنے والا ہے۔

میں اس نازک موقع پر انجمن ترقی اردو ہند سے اپیل کروں گا کہ وہ اپنی رائے کا فوراً اظہار کرے اور اس جائز مطالبے کے لئے قدم اٹھائے اب اس سے زیادہ اور کیا عرض کیا جائے۔

(نذیر رحمانی)

[معلوم نہیں نذیر رحمانی صاحب ہماری زبان کا مطالعہ بھی فرماتے ہیں یا نہیں۔ مرکزی انجمن اشتہاری انجمن بننا پسند نہیں کرتی۔ لیکن غافل نہیں ہے۔ مجلس عاملہ کے سامنے یہ معاملہ زیر غور ہے اور عنقریب انجمن کوئی قدم اٹھائے گی۔ (ایڈیٹر)]

پرنٹر پبلشر قاضی عبد الغفار نے دفتر پریس ٹریس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن علی گڑھ سے شائع کیا